حکیم مومن خاں مومنؔ

(1852 — 1800)

مومنؔ دلّی میں پیدا ہوئے۔ اُن کا خاندانی پیشہ طبابت تھا، لیکن انھیں طِب کے علاوہ دوسرے بہت سے علوم اور فنون مثلاً منطق، ہیئت، نجُوم، رِیاضی اور شطرنج میں بھی بہت مہارت حاصل تھی۔ مومنؔ اپنے زمانے کے ذہین ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ انھیں فارسی زبان پر بھی پوری قدرت حاصل تھی اور ان کا فارسی کلام بھی بہت اعلا درجے کا ہے۔ مومنؔ نے نسبتاً کم عمر میں اپنے مکان کے کوٹھے سے گر کر انتقال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے زائچہ دیکھ کر اپنے مرنے کی پیشین گوئی کر دی تھی۔

مومنؔ کی شاعری بہت خوبصورت مگر بہت محدود انداز کی ہے۔ ان کی غیر معمولی ذہانت اور لیاقت ان کی غزل میں صرف اس طرح نظر آتی ہے کہ ان کے اکثر اشعار بہت مشکل ہوتے ہیں کیونکہ وہ اشاروں اور ادھوری باتوں سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ عاشق اور معشوق کے درمیان جو مختلف طرح کی باتیں اور چھوٹے موٹے واقعات ہوتے ہیں ان کے عاشقانہ بیان کو "معاملہ بندی" کہتے ہیں۔ معاملہ بندی مومنؔ کا خاص میدان ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ پیچیدہ اور آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والے طرز کے باوجود، انھوں نے معاملہ بندی کو بڑی خوبی سے نباہا ہے۔

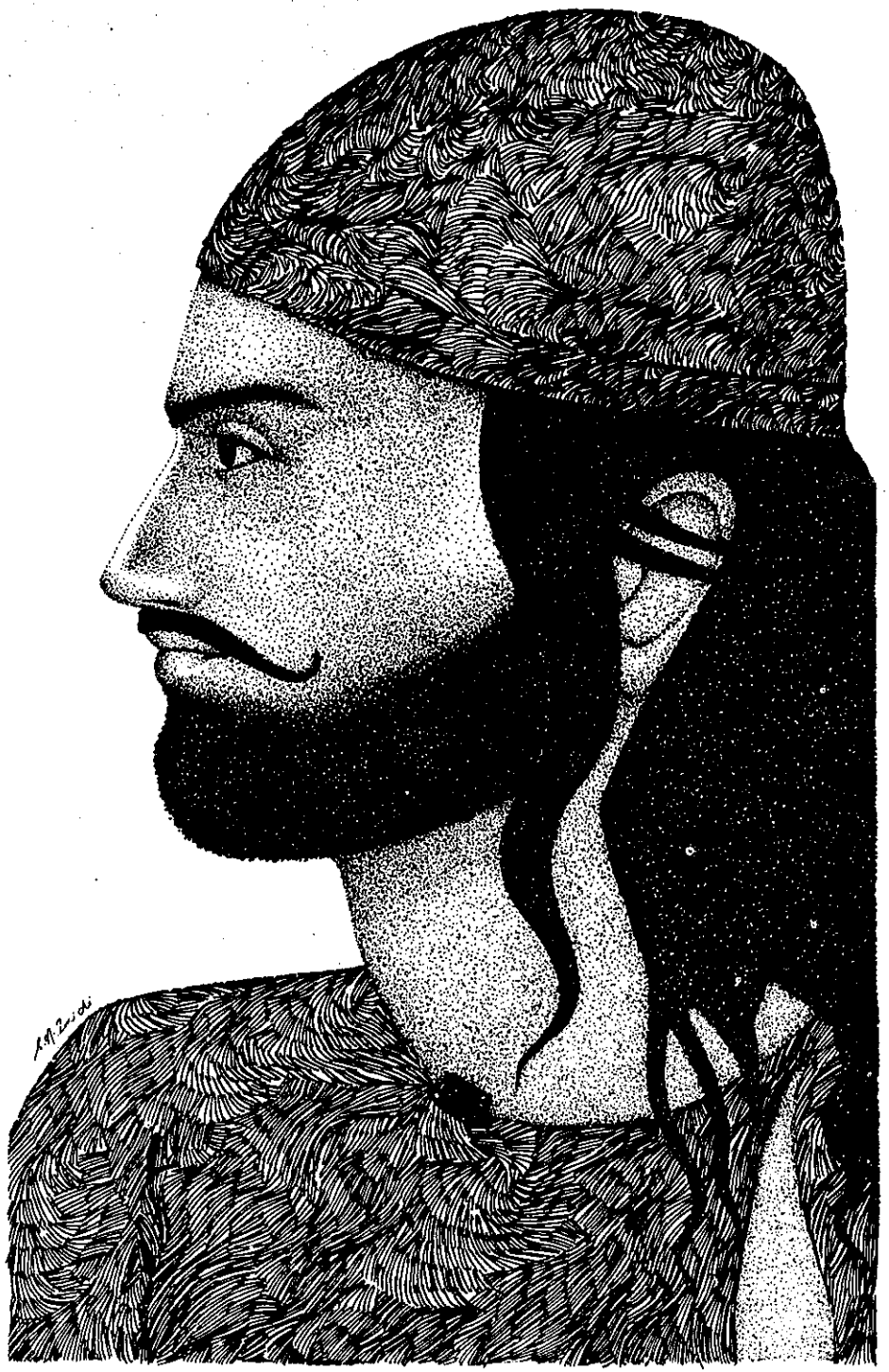

(1)

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو لطف مجھ پہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ نئے گِلے وہ شکایتیں وہ مزے مزے کی حکایتیں
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمھارے جی کو بُری لگی
تو بیاں سے پہلے ہی بھولنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ گِنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے با وفا
میں وہی ہوں مومنِ مُبتلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(2)

دل میں اس شوخ کے جو راہ نہ کی — ہم نے بھی جان دی پر آہ نہ کی
پردہ پوشی ضرور تھی اے چرخ — کیوں شبِ بوالہوس سیاہ نہ کی
کون ایسا کہ اس سے پوچھے کیوں — پرسشِ حالِ داد خواہ نہ کی
میں بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے — تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی
محتسب! یہ ستم غریبوں پر — کبھی تنبیہِ بادشاہ نہ کی
تھا مقدّر میں اس سے کم مِلنا — کیوں مُلاقات گاہ گاہ نہ کی

معنی اور اشارے

حکایتیں = باتیں
مبتلا = جس پر مصیبت پڑی ہو۔ عشق میں گرفتار ہونے والے کو اکثر مبتلا کہا جاتا ہے۔
بوالہوس = دُنیا کی چیزوں کے لیے بہت زیادہ لالچ رکھنے والا یعنی جھوٹا اور بے وفا عاشق۔

غور کرنے کی بات

غزل نمبر ایک : مقطعے میں معشوق کو پہلے "آپ" سے مخاطب کیا ہے، پھر "تم" سے۔ اس انداز کو "شُترگُربہ" کہا جاتا ہے۔ آج کل لوگ اس کو عیب سمجھتے ہیں۔

غزل نمبر دو، شعر نمبر دو : بوالہوس یعنی جھوٹا عاشق، رات کو بُرے بُرے کام کرتا ہے۔ بہتر تھا کہ اُس کی رات کالی ہوتی تاکہ اُس کے راز کسی پر نہ کُھلتے۔ چونکہ کسی کے لیے کالی رات کی تمنّا کرنا ایک طرح کی بد دُعا ہے، اس لیے اس شعر میں بہ ظاہر بوالہوس کی طرف داری ہے لیکن دراصل اس کی برائی چاہی گئی ہے۔ لہٰذا یہ ایک طرح کا طنز ہے۔ ایسے اندازِ گفتگو کو جس میں بظاہر مطلب کچھ ہو لیکن اصل میں اپنے فاعدے کی بات ہو، اس کو "مکرِ شاعرانہ" کہتے ہیں۔

شعر نمبر تین : پہلے مصرعے کے "کیوں" کو دوسرے مصرعے سے ملا کر

پڑھیے۔ پہلے مصرعے کو اس طرح لکھنا کہ اس کا آخری لفظ دوسرے مصرعے سے ملاکر پڑھنے پر مطلب صاف ہو، یہ مومن کا خاص انداز ہے۔ یہ طریقہ پرانی عربی شاعری سے چلا آرہا ہے۔ پرانی عربی شاعری میں تو کبھی ایک لفظ کے دو حصّے کر دیے جاتے تھے، ایک حصّہ پہلے مصرعے کے آخر میں اور دوسرا حصّہ دوسرے مصرعے کے شروع میں۔ اس طرح کے شعر کو "مُقطّع" کہتے تھے۔

اس غزل کے آخری شعر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسانوں کو ہر چیز ایک مقرّرہ مقدار میں ملتی ہے۔ مثلاً معشوق سے صرف کچھ گھنٹوں کی ملاقات تقدیر میں تھی؛ عاشق افسوس کرتا ہے کہ اگر تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے اس سے ملنے جاتا تو یہی چند گھنٹے کئی ملاقاتوں کی شکل اختیار کر لیتے۔

مشق اور مطالعہ

(1) مختلف غزلوں میں سے پانچ شعر ایسے نکالیے، جن میں معاملہ بندی ہو۔

(2) پہلی غزل کے مقطع میں مومن نے عاشق کی کن خصوصیات کا ذکر کیا ہے؟

(3) دوسری غزل کے چوتھے شعر میں معشوق کی تعریف ہے یا اس کے خلاف کوئی بات کہی گئی ہے؟

(4) دوسری غزل کے پانچویں شعر کی نثر بنائیے۔

نواب مرزا خاں داغ

(1831 – 1905)

داغ کی پیدائش دلّی میں ہوئی۔ وہ ابھی نوعمر تھے کہ ان کے والد نواب احمد بخش کا انتقال ہوگیا۔ پھر ان کی والدہ نے بہادر شاہ ظفر کے بیٹے مرزا محمد سلطان عرف مرزا فخرو سے شادی کرلی۔ اس لیے داغ کی تعلیم و تربیت شاہی قلعے میں ہوئی۔ شاعری میں وہ ذوق کے شاگرد ہوئے۔ فارسی زبان انھوں نے اُس وقت کے ایک مشہور عالم مولوی غیاث الدّین رام پوری سے پڑھی۔ قلعے کے صاحبزادگان کی طرح داغ نے دوسرے علوم اور فنون کے ساتھ شہسواری کی بھی تربیت پائی۔ 1857 کے ہنگامے کے بعد داغ رام پور چلے گئے جہاں وہ نواب کلبِ علی خاں کے دربار میں ملازم رہے۔ 1886 میں نواب کے انتقال کے بعد داغ نے رام پور چھوڑ دیا اور تھوڑے تھوڑے دن کئی شہروں میں رہنے کے بعد 1888 میں حیدر آباد پہنچے۔ نظام حیدر آباد نے ان کو شاعری میں اپنا استاد مقرر کرلیا۔ اس طرح داغ کے آخری سترہ سال بڑے آرام سے گزرے۔ اُن کا انتقال حیدر آباد میں ہوا۔

شاعری میں اُن کی شہرت جو نوجوانی سے شروع ہوئی تھی اس میں